پروفیسر قاضی حلیم فضل
مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی

رمضان المبارک تاریخی تسلسل حکمت اور احکام

یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (سورۃ البقرہ پارہ ۲' رکوع ۶' آیت ۲۲)

''اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے امتوں پر فرض کیا گیا تھا' تا کہ تم تقویٰ دار بن جاؤ''

تفسیر و تشریح: دوسرے پارہ کے چھٹے رکوع میں روزے کی فرضیت کا حکم آیا ہے اور اس رکوع کی پہلی آیت ہے' اور یہی وہ واحد رکوع ہے جو پورے قرآن کریم میں روزے کی فرضیت اور احکام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس رکوع کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ہجرت مدینہ کے اٹھارہ ماہ بعد ۱۰ ارشعبان کو نازل ہوا اور دوسرا حصہ دو سال بعد نازل ہوا۔

رکوع کے دو حصوں کے حکم میں فرق: پہلا حصہ جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے اس میں روزے کی فرضیت میں یہ رعایت دی گئی تھی کہ روزہ فرض ہے مگر جو لوگ روزے کے فدیہ کی طاقت رکھتے ہوں' مالی لحاظ سے تو وہ روزہ کی بجائے ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں' یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ وعلی الذین یطیقومۃ فدیۃ طعام مسکین۔ وان تصوموخیرلکم اور اگر فدیہ کی بجائے روزہ رکھ لیں تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

دوسرا حکم جو دو سال بعد نازل ہوا۔ شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن سے شروع ہوتا ہے اس میں فدیہ کی عام رعایت واپس لے لی گئی۔ البتہ شرعی معذوروں' دائم المریضوں اور انتہائی کمزور بوڑھوں کے لئے ایک روزہ کے بدلے میں فدیہ کی رعایت باقی رکھی۔ باقی مسافروں' وقتی بیماروں کے متعلق حکم دے دیا گیا۔ فمن کان منکم مریضاً اوعلیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر' جو لوگ وقتی بیمار ہوں یا سفر پر ہوں تو وہ روزہ نہ رکھ سکیں تو نہ رکھیں لیکن یہ کھائے روزے باقی دوسرے مہینوں میں گن کر پورے کریں۔

دائم المریضوں اور انتہائی بوڑھے کمزور لوگوں کے لئے فدیہ کی صورت ایک مسکین کا کھانا مقرر کیا ہے۔ فقہا اور ائمہ نے پونے دو سیر گندم ایک روزے کا فدیہ مقرر کیا ہے اور اگر گندم نہ ہو تو وقتی نرخ کے مطابق اتنی رقم کسی غریب مسکین یا دینی مدرسہ کے طلبہ کے لئے دے دی جائے۔ (اسی سلسلہ میں صاحب مضمون یعنی میرا اپنا خیال یہ ہے کہ

قرآن پاک میں طعام مسکین فرمایا گیا کہ ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے' سوچنا یہ ہے کہ پونے دو سیر گندم کی قیمت پر کوئی ''مسکین'' موجودہ مہنگائی میں سیر ہو کر کھانا کھا سکتا ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا تو بہتر یہ ہے کہ قرآنی حکم کو ملحوظ رکھ کر موجودہ دور میں کسی ''مسکین'' کی پوری طرح سیری کا اندازہ کر کے فدیہ کی رقم دی جائے)

تاریخی تسلسل: جیسا کہ ہمارے مضمون کی منتخب آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ تم سے پہلے امتوں پر بھی فرض تھا' کما کتب علی الذین من قبلکم تو اسی کا تاریخی جائزہ لیتے ہیں۔ روزہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرض تھا۔ چنانچہ آدمؑ ہر ماہ کی ۱۳' ۱۴' ۱۵ تاریخوں کو روزہ رکھتے تھے جنہیں ایام بیض کہا جاتا ہے۔ اور جنہیں آج بھی یعنی دینی گھروں میں رکھا جاتا ہے۔ اور حضورﷺ روزوں کی فرضیت سے پہلے رکھا کرتے تھے۔ نوح علیہ السلام جنہیں آدم ثانی کہا جاتا ہے ہمیشہ روزہ رکھتے تھے' وہ سارا سال بلکہ ساری عمر روزہ دار رہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس روزے رکھے۔ یہودی اسی وجہ سے ہر سینچر کے علاوہ چالیس روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا چالیسواں روزہ ۱۰ رمحرم کو آتا تھا جسے ''عاشورہ'' کہا جاتا ہے۔ حضورﷺ عاشورہ کا روزہ مسلسل رکھتے تھے۔ آج بھی دسویں محرم کا روزہ اکثر لوگ رکھتے ہیں۔ ۱۰ رمحرم کو غلاف کعبہ تبدیل کیا جاتا تھا جس کی خوشی میں مشرکین مکہ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سارا سال ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔ ان روزوں کو صوم داؤدی کہا جاتا ہے۔ حضورﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر ابن العاصؓ کو صوم داؤدی کا مشورہ دیا کیونکہ وہ دائم الصوم تھے جس کی وجہ سے بہت زیادہ کمزور ہوگئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا گیا ہے کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے تو دو دن روزہ نہ رکھتے تھے۔ عیسائیوں نے تیس روزوں کو ختم کرتے کرتے روزہ رکھنا ہی چھوڑ دیا۔ البتہ عیسائی حکماء' پادری' جسمانی فوائد کیلئے روزہ رکھ لیتے ہیں۔ ہاں وہ رنج وغم کے اظہار یا احتجاج کے طور پر روزہ رکھتے ہیں جیسے یہ لوگ ''بھوک ہڑتال'' یا ''مرن برت'' کہتے ہیں۔ یہ بھی روزہ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ یونانیوں میں روزہ عورت پر فرض ہے مرد نہیں رکھتے۔ آتش پرستوں کے ہاں صرف مذہبی رہنما روزہ رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں آگ کی پکی ہوئی اشیاء نہ کھانا روزہ سمجھا جاتا ہے۔ باقی پھل فروٹ یا آگ کی پکی ہوئی اشیاء کے سواء ہر چیز کھاتے ہیں۔ کہیں یہ روزہ گوشت کے بغیر کھانا کھا کر رکھا جاتا ہے۔

ان تمام روزوں کی صورتیں پہلی امتوں یا قوموں میں روزے کے وجود کو ثابت کرتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تم سے پہلے بھی فرض کیا گیا تھا اگرچہ اس کی صورتیں بگاڑ دی گئی ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں بھی یہ اہتمام و احترام عام نیک لوگوں میں پایا جاتا ہے ورنہ ہمارے کھلاڑی کرکٹ کا میچ رکھ کر روزہ کھاتے ہیں اور لیڈر بغرض علاج یا ویسے ہی بیرونی ملکوں کے سفر پر نکل کر روزہ کھانے کا جواز بنا لیتے ہیں۔

فلسفہ وحکمت: خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بندے کی بندگی کا فلسفہ ہوتا ہے جس طرح کسی کے ملازم اور غلام کو

مالک کے حکم پر چپ چاپ عمل کرنا اس کی فرمانبرداری کی دلیل ہوسکتی ہے۔ مالک کے حکم پر قیل قال کرنا' بہانہ جوئی کرنا اور اس کے بہتر و کمتر موزوں یا ناموزوں یا مناسب و نامناسب بحث کرنا ملازم کی بہانہ سازی کام چوری کی دلیل ہوسکتی ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم میں فلسفہ اور حکمتیں تلاش کرنا بھی غلامی و ملازمتی آداب کے خلاف ہے۔ لیکن رمضان کے سلسلہ میں تو خود اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد اور فلسفہ بیان کردیا ہے اور وہ تقویٰ دار بنانے کا فلسفہ و مقصد ہے اور یہ فلسفہ انسان کی تخلیق کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کا بندہ تقویٰ دار و پرہیزگار بن جائے اور تقویٰ ہی تمام عبادات کی ادائیگی کا مقصود و مطلوب ہے' یہی تقویٰ قرآن کریم سے ہدایت پانے کی شرط اول بھی ھدی للمتقین' یعنی قرآن کریم صرف تقویٰ داروں کو ہدایت دیتا ہے۔

تقویٰ کی تعریف: حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے تقویٰ کی تعریف پوچھی تو انہوں نے فرمایا۔ امیر المومنین! آپ کو کسی ایسے تنگ راستے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں تو آپ کیسے گزرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر احتیاط سے گزرتا ہوں تاکہ کپڑے خاردار جھاڑیوں سے نہ الجھ جائیں۔ کانٹے نہ چبھ جائیں'' حضرت ابی کعبؓ نے فرمایا۔ تقویٰ کی تعریف یہی ہے کہ زندگی کے راستے کے دونوں طرف مکروہات' منکرات اور گناہوں کی خاردار جھاڑیاں ہیں اور شیطانی ترغیبات بھی ہیں۔ انسان خود کو سمیٹ کر برائیوں سے دامن بچا کر زندگی گزارے تو اسی کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ جہاں انسانوں کے اندر اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور تمام عبادات کا مقصود ہے وہاں ہماری معاشرتی' وسماجی زندگی کے سکون امن اور خوشحال کا موجب بھی ہے' تقویٰ دار آدمی کبھی بھی بد دیانت' دھوکہ باز' فریبی' جھوٹا' ظالم' چور' قاتل' بے غیرت و زناکار نہیں ہوتا اور جس معاشرے کے افراد میں یہ صفات ہوں اس معاشرے کو جنت کہا جاسکتا ہے؟

تقوی تمام عبادات کا مقصود ہے: قرآن کریم میں جتنی بھی عبادات کا حکم دیا گیا انکی اصل غایت تقوی ہی بتائی ہے۔ یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ''اے لوگو! اللہ کی بندگی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم اس عبادت کے ذریعہ تم تقویٰ دار بن جاؤ''

بندگی کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک صورت عبادت' نماز' روزہ' زکوۃ اور حج کی ادائیگی ہے دوسری صورت برے کاموں سے بچنے کی ہے جن کے کرنے سے اللہ نے فرمایا مثلاً جھوٹ وعدہ خلافی دھوکہ دہی' دل آزاری' بداخلاقی وغیرہ اور ہر اس حکم کو ماننے کی ہے جسکے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غریبوں کی آمد' بیمار پرسی' انسانی ہمدردی' دین کی نصیحت' برائی سے بچاؤ کی کوشش' بدی کا خاتمہ کرنا وغیرہ۔ ظاہری عبادات میں نماز کا مقصود۔ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ہے۔ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

حج: ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ خدا کی نشانیوں کی جو حج کے موقع

پر ہے مکہ اور مدینہ میں قدم قدم پر بکھری ہوئی ہوتی ہیں' ان نشانیوں کا وہی لوگ تعظیم واحترام کرتے ہیں جن کے دل تقویٰ سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ نشانیاں خدا کا گھر مکہ معظمہ' وہ گلیاں وہ کوچے جہاں حضور گھومے پھرے' صحابہ کرام کے واقعات' ان کے مزارات غرض اسلامی تاریخ کا ایک ایک ذرہ چمکتا نظر آتا ہے۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی' روضہ مبارک' خلفاء کے مزارات یہ سب کچھ حج کے موقع دیکھتا ہے تو دل ایمان اور تقویٰ سے معمور ہو جاتا ہے۔ اسلام کی صداقت پر یقین آجاتا ہے۔ وتزودوفان خیر الزاد التقویٰ۔ سفر حج کیلئے بلکہ زندگی کے سفر کیلئے بہتر زاد راہ تقویٰ ہے اگر تقوی حاصل نہیں ہوتا تو پھر حج ایک پکنک یا تفریحی سیاحت سے زیادہ کچھ نہیں۔ قربانی بندگی کی ایک صورت ہے' اس کے متعلق فرمایا لن ینال اللہ لحو مھا و لادمائھا ولکن ینالہ و التقویٰ منکم۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں وہ قربانی کے ذریعہ تمہارے اندر تقویٰ چاہتا ہے۔ پھر لباس کا متعلق فرمایا۔ لبــاس التقــوی خیر ۔ تمہارے لئے ایسا لباس ہو جس میں آپکو لوگ خداترس اور خداپرست سمجھیں۔ لباس انسان کی شخصیت کا نکھار اور کردار کا اظہار ہوتا ہے' عربی مقولہ ہے ' الــنــاس بالــلبــاس 'انسان لباس کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے' قوالوں' گویّوں اور فلمی لوگوں کا لباس جدا ہوتا ہے' اور علماء فضلاء وشرفاء کا لباس اور ہوتا ہے' یہ بات اکثر کہی جاتی ہے کہ ''میرا جامہ ایسا کرنے اور کہنے کی اجازت نہیں دیتا'' گھٹیا حرکت اور گھٹیا کلام شریفانہ لباس کا شیوہ نہیں ہوتا۔ معاشرتی رویوں میں بھی اللہ تعالیٰ ہم سے تقویٰ و پرہیزگاری کا رویہ چاہتے ہیں' وان تعفــو و تـصـفحو ھو اقرب لـلتـقـوی۔ کسی کو معاف کرنا درگزر کرنا تقویٰ کی علامت ہے۔ مساجد کی تعمیر میں نمود ونمائش نہ ہو دکھاوا نہ ہو اپنی سخاوت کی دھاک نہ بٹھاؤ بلکہ مسجد اســس عـلـی التقـوی ۔ غرض تقویٰ داری اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں دیکھنا چاہتے بلکہ اسی طرح جس طرح کوئی بھی والد اپنی اولاد کی غنڈہ گردی' بدمعاشی' چوری چکاری اور قانون شکنی دیکھنا نہیں چاہتا کہ خاندانی بدنامی باعث ہوتی ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی مخلوق کی بہتر سیرت وکردار چاہتا ہے' رمضان کے استقبالی خطبہ میں حضور کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو روزہ کی حالت میں اپنی بندگی میں بندھا ہوا دیکھتا ہے' غائبانہ خدا کے حکم کی تعمیل' خدا کے دیکھنے کا یقین کہ خفیہ لوگوں کی ہنگاموں سے دور سخت بھوک وپیاس میں بھی خدا کے خوف سے روزہ نہیں توڑتا ہے تو خداوند تعالیٰ لینظر اللہ تعالیٰ الی تنافسکم فیہ ویبا ھی بکم الـمـلائکۃ۔ رمضان شریف میں ان دیکھے خدا کی تابعداری فرمانبرداری میں جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور بڑے فخر کیساتھ فرشتوں کو دکھاتا ہے۔

<u>رمضان شریف اور تقویٰ:</u> یوں تو جس طرح اوپر تفصیل گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت اور حکم کا مقصود تقوی پیدا کرنا ہے مگر رمضان شریف کے تیس دنوں میں گرمی کے انتہائی گرم اور طویل دن ہوں یا سردی کی ٹھٹھرا دینے والی راتیں ہوں' ایک اس کا بندہ محض اپنے رب کی رضا اور حکم کی تعمیل میں روزہ رکھتا ہے' بھوکا پیاسا ہوتا ہے۔ تنہائیوں

میں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا' مگر وہ اس یقین کے ساتھ روزہ نہیں توڑتا کہ خدا موجود ہے' اور وہ دیکھ رہا ہے' خدا کی موجودگی کا یقین اس کے دیکھنے کا یقین اس کے بندے کے تصور میں اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ وہ سال' باقی گیارہ مہینوں میں اسی یقین اور تصور کے تحت برائیوں سے اور خدا نافرمانیوں سے بچا رہتا ہے' یہی وہ تصور ہوتا ہے جو اس کے تقوی دار بننے میں مدد دیتا ہے۔

<u>احکامات ومسائل:</u> رمضان شریف کے روزے شرعی عذر کے بغیر نہ رکھنے والا فاسق وفاجر و کافر ہے۔ ۱۰ سال کی عمر کے بچے پر روزہ فرض ہے۔ سر میں تیل' آنکھوں میں سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' خوشبو سونگھنا منع نہیں۔ سحری کھانا سنت ہے۔ رمضان برکتوں کا مہینہ ہے' گناہوں کی معافی کا مہینہ ہے۔ روایت ہے کہ قیامت کے دن کسی پر عذاب ہوگا وہ حضورﷺ سے سفارش طلب کرے گا' حضورﷺ سفارش پر آمادہ ہوں گے کہ آواز آئے گی یہ شخص روزہ کا مجرم ہے' لہذا روزے کی طرف سے معافی کے بغیر اس کی معافی ممکن نہیں۔ روزوں کا اجر خداوند تعالیٰ خود عطا فرمائیں گے کیونکہ روزے کا علم اور عمل بندے اور خدا کے بغیر کسی کو بھی پتہ نہیں ہوتا۔

ناتواں' اور انتہائی بوڑھے اور دائم المریض کو روزہ نہ رکھنے کی رعایت ہے مگر ہر ایک روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے یا پونے دو سیر گندم کے نرخ کے مطابق فدیہ دے گا۔ سفر' وقتی' بیماری' بچے کی پیدائش اور عورتوں کی ماہوار بیماری میں روزہ کھایا جائے مگر یہ کھائے گئے' روزے دوبارہ دوسرے مہینوں میں اسی گنتی کے مطابق رکھنے ہوں گے' ان کھائے گئے روزوں کے بدلے میں دوسرے دنوں میں جو روزے رکھے جائیں ان میں تسلسل ضروری نہیں' کہ جتنے کھائے گئے ہیں مسلسل رکھے جائیں بلکہ ایک ایک دو دو کر کے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ مرنے والے کے ذمہ روزوں کی قضاء رہتی ہو تو اس کے ورثا کو چاہیے کہ اسکے ترکہ میں سے قضا روزوں کا فوراً فدیہ ادا کریں' روزے میں کھانا پینا ہی بند نہیں بلکہ اخلاقی برائیاں بھی بند ہیں۔ غیبت' جھوٹ' رشوت خوری' غبن ناپ طول میں کمی' گاہکوں کو برا مال بیچنا' مہنگا کر کا بیچنا' ملاوٹ' چوری۔۔۔ حضورﷺ نے ایک دفعہ روزہ رکھنے کا حکم دیا اور تاکید فرمائی کہ افطاری کی اجازت کے بغیر نہ کی جائے ایک عورت نے از خود روزہ رکھا جب اس عورت کیلئے افطاری کی اجازت لی جانے لگی تو حضورﷺ نے ناگواری سے منہ دوسری طرف پھیر لیا' اس ناگواری اور ناراضگی کا اظہار آپ نے تین دفعہ فرمایا' آخر اجازت لینے والے سے فرمایا کہ اس نے روزہ رکھا ہی کب ہے' وہ غیبت کرتی رہی' اسے کہو کہ وہ برتن سامنے رکھ کر کھانسے' جب اس عورت نے ایسا ہی کیا تو اس کے منہ سے گوشت کا لوتھڑے گرا' کیونکہ غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانا کہلاتا ہے۔

حضورﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے رمضان شریف میں روزہ رکھ کر جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اسکے کھانے پینے سے منہ بند کرنے کی حاجت نہیں۔ اصل مقصد تو اخلاق و کردار کی درستی ہے' روزہ میں کھانا پینا چھوڑ دینا مقصود نہیں' مقصود تو تقویٰ ہے جو روزہ رکھنے سے حاصل ہو جانا چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ۔